© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

شہادت علی الناس

(امت وسط کی ذمہ داری)

سید جلال الدین عمری

شہادت کے معنیٰ ہیں حاضر اور موجود ہونا، مشاہدہ کرنا، جو کچھ دیکھا اسے ٹھیک ٹھیک بیان کرنا اور گواہی دینا۔

قرآن مجید میں کئی طرح کی شہادتوں کا ذکر ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت: اس سے مراد ہے اس کا وسیع علم، اس کی پیدا کردہ کائنات اور اس میں موجود آثار و علامات، جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہیں۔

۲۔ فرشتوں کی شہادت: فرشتے انسان کے ساتھ ہیں۔ وہ اس کے اعمال کو دیکھتے اور بے کم و کاست انہیں ریکارڈ کرتے ہیں۔ قیامت میں یہی ریکارڈ اللہ کے سامنے پیش ہوگا اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی شہادت: اللہ کے رسولوں کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے دین کے حق ہونے کی شہادت دیں۔

۴۔ اہل ایمان کی عام انسانوں پر شہادت: یہ اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے جس مقصد کے لئے پیغمبروں کی شہادت ہوتی ہے۔

۵۔ انسان کے جسم اور اعضاء و جوارح کی شہادت: انسان نے دنیا میں جو اعمال انجام دیے اور جس طرح انجام دیے قیامت کے روز اس کا پورا بدن اور اس کے تمام اعضاء اس کی شہادت دیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۔ معاملاتِ دنیا کی شہادت۔ اس شہادت کی بنیاد پر انسانی حقوق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ ہر حال میں صحیح شہادت دیتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں ہوتا ان کی شہادت مفادات کے تابع ہوتی ہے۔

اللہ کے رسول اپنی قوموں اور امتوں کے درمیان اس کے دین کی جو شہادت دیتے ہیں اسے 'شہادت علی النّاس' کہا جاتا ہے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے۔ رسول خدا ﷺ کا ایک وصف 'شاہد' بھی ہے:

یٰاَیُّھا النبیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِیْراًo وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِراجاً مُّنِیراًo (الاحزاب: ۴۵-۴۶)	اے نبی ہم نے تم کو شاہد (گواہی دینے والا) خوش خبری دینے اور ڈرانے والا، اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔[۱]

شہادت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو آنکھوں سے مشاہدے کے بعد دی جاتی ہے۔ دوسری وہ جس کی بنیاد دلائل اور براہین پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول یہ دونوں طرح کی شہادت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض غیبی حقائق کا اس طرح مشاہدہ کراتا ہے کہ اس میں انہیں کوئی شک وشبہ نہیں لاحق ہوتا۔ وہ اپنے اس یقین کا اظہار واعلان کرتے ہیں اور اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس طرح کا مشاہدہ رسول کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں رسول کے تجربہ اور بیان پر یقین کرنا پڑتا ہے۔

رسولوں کی شہادت کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ دلیل و استنباط کے ذریعہ حق کا اثبات کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے عطا کردہ علم و بصیرت، دلائل و براہین، نصح و خیر خواہی اور سیرت و اخلاق کے ذریعہ 'شہادت علی النّاس' کا فرض اس طرح انجام دیتے ہیں کہ دین حق بالکل واضح ہوجاتا اور مخاطب قوم پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔ اس کی مخالفت کی کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی۔ اس کے باوجود قوم قبولِ حق سے انکار کردے اور باطل پر جمی

---

[۱] ان دو آتیوں میں سے پہلی آیت، جس میں آپ ﷺ کو شاہد کہا گیا ہے، سورۃ الفتح (آیت ۸) میں بھی آئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اب اسے زمین پر زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب فرعون اور اس کی قوم پر شہادت کا فرض ادا کر دیا تو اس کی ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا اور آخرت میں بھی وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ○ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ○ (المزمل: ۱۵-۱۶)

تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر شہادت دینے والا بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا (پھر جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔

اس آیت میں قرآن کے اوّلین مخاطب قریش سے کہا جا رہا ہے کہ فرعون کے سامنے حضرت موسیٰؑ نے دین حق کی شہادت دی اور اب محمد ﷺ تمہارے درمیان شاہد بن کر آئے ہیں۔ خوب سوچ لو، اگر تم نے ان کی مخالفت کی تو اسی انجام سے دوچار ہو گے جس سے فرعون اور اس کی قوم دوچار ہوئی تھی۔

اللہ کے رسول اپنی قوم کے درمیان زندگی بھر اس کے دین کے 'شاہد' بن کر رہتے ہیں۔ اسے راہ حق دکھانے اور ضلالت و گمراہی سے بچانے کی سعی کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں:

وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ (المائدہ: ۱۱۷)

(اے اللہ) میں اس وقت تک ان کا گواہ (نگراں) تھا جب تک ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلایا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگراں ہیں۔

یہ شہادت آخرت میں بھی ہوگی، اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایک پیغمبر سے پوچھے گا کہ کیا تم نے حق کی شہادت دی؟ ان کا جواب اثبات میں ہوگا کہ انھوں نے اللہ کے دین کو اپنی قوم تک ٹھیک ٹھیک پہنچایا اور حجت تمام کر دی۔ اس کے بعد خدا کے دین کا انکار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والوں کی زبانیں بند ہو جائیں گی، وہ کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے۔ اس وقت یہ موقع بھی باقی نہیں رہے گا کہ وہ اپنے رویہ کی اصلاح کر لیں اور اللہ کو راضی کر سکیں، اس لیے کہ مہلت عمل ختم ہو چکی ہوگی اور جزائے عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْداً ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○ (النحل:۸۴)

اور (سوچو!) جس دن ہم ہر امت سے ایک شہادت دینے والا (پیغمبر) کھڑا کریں گے پھر (یہ ہوگا کہ) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی انھیں کچھ کہنے کی اجازت ہوگی اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیں۔

سورۂ نحل ہی میں چند آیات کے بعد فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیامت کے روز شاہد کی حیثیت سے اٹھیں گے اور جس طرح دوسرے رسول اپنی قوموں کے متعلق شہادت دیں گے اسی طرح آپ اپنی قوم کے بارے میں شہادت دیں گے کہ دین حق کے ساتھ ان کا کیا رویہ رہا؟ فرمایا:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْداً عَلَيْهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْداً عَلٰى هٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ (النحل:۸۹)

اور (یاد کرو) اس دن کو جس دن ہم ہر امت میں ان ہی میں سے ایک شہید ان کے خلاف کھڑا کریں گے اور آپ کو ان (منکرین) کے خلاف شہید بنا کر لائیں گے۔ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں دین کی ہر بات کی وضاحت ہے۔ یہ سراسر ہدایت اور رحمت ہے اور فرماں برداروں کے لیے بشارت ہے۔

سورۂ نساء میں یہ بات ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَہِیۡدٍ وَّ جِئۡنَا بِکَ عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ شَہِیۡدًا۝
(النساء:۴۱)

پھر سوچو کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمھیں گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو تلاوت کا حکم دیا، انھوں نے سورۂ نساء کی تلاوت کی۔ جب وہ ان آیات پر پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور فرمایا بس کرو[۱]۔ یہ آنسو اس احساس کی وجہ سے تھے کہ شہادت حق کی کتنی عظیم ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی ہے اور اس بنیاد پر بھی تھے کہ شہادت کے بعد بھی آپ کی قوم دین حق کو قبول نہ کرے تو اس کا انجام کتنا بھیانک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے 'شہادت علی الناس' کا فرض انجام دیا اور امت مسلمہ وجود میں آئی۔ اب یہ اس کی ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اس فرض کو تا قیامت انجام دیتی رہے۔ اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ان الفاظ میں آیا ہے:

وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا۔
(بقرہ:۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تمھیں امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں کے سامنے شہادت دو اور رسول تمھارے حق میں شاہد بن جائے۔

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرتِ مدینہ کے بعد سولہ سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ اس کے بعد تحویلِ قبلہ کا حکم آیا اور خانۂ کعبہ قبلہ قرار پایا، جو حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بعد آنے والے تمام نبیوں کا قبلہ تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح صحیح قبلہ کی طرف تمھاری رہنمائی فرمائی اسی طرح یہ اعزاز بھی اس نے تمھیں بخشا ہے کہ دنیا کی تمام امتوں کے درمیان تمہیں 'امت وسط' بنایا ہے۔

'وسط' کے معنی درمیان کے ہیں۔ وسط ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جس کا فاصلہ ہر طرف

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۂ نساء، باب قولہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ایک ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسی امت بنایا ہے جس کا جھکاؤ نہ دائیں جانب ہے اور نہ بائیں جانب، بلکہ وہ دو انتہاؤں کے درمیان کھڑی ہے۔ اسی سے بعض مفسرین نے 'وسط' کا ترجمہ اعتدال کیا ہے۔ جہاں اعتدال ہوگا وہاں کسی معاملہ میں غلو اور انتہا پسندی ہوگی نہ کمی اور کوتاہی۔ ہر ایک کو اس کا صحیح مقام حاصل ہوگا۔ حدیث میں 'وسط' کے معنی عدل کے بیان ہوئے ہیں۔ یہ مقامِ وسط کا لازمی تقاضا ہے، جو گروہ کسی کی بے جا طرف داری کرے نہ اس کے ساتھ تعصب برتے وہ اس کے ساتھ ضرور انصاف کرے گا۔ اسی وجہ سے امتِ وسط کو اعلیٰ وارفع امت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس امت کو 'خیر امت' کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ (آل عمران: ۱۱۰)

انسان مادہ اور روح کا مجموعہ ہے۔ دونوں کے تقاضے ہیں۔ ان میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، لیکن دنیا ہمیشہ اس معاملہ میں دو انتہاؤں پر رہی ہے۔ آج کے دور میں مادیت کا غلبہ ہے۔ مادی آسائش و راحت کو انسان کی زیست کا حقیقی مقصد سمجھ لیا گیا ہے۔ ہر شخص اسی کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ جو اس میدان میں جس قدر آگے بڑھے اسے اتنا ہی کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں رہبانیت کا تصور گو کم زور ہے، لیکن مذہب کی دنیا میں آج بھی ترکِ دنیا کو انسان کی معراج سمجھا جاتا ہے۔ راہ اعتدال ان دو انتہاؤں کے درمیان ہے۔ امت وسط کو اسی کی طرف راہ نمائی کرنی ہے۔

'امت وسط' کے بارے میں فرمایا گیا 'لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ' یعنی اللہ نے تمھیں امت وسط اس لئے بنایا ہے کہ تم 'شہادت علی الناس' کا فرض انجام دو۔ دنیا میں فکر و عمل کا جو بگاڑ پایا جاتا ہے اس کی نشان دہی کرو اور صراط مستقیم واضح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو غیر مکلّف نہیں پیدا کیا ہے۔ بلکہ اس پر بڑی ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا اور ان سے غفلت اور کوتاہی کے نتائج سے آگاہ کرنا اس امت کا کام ہے۔ 'شہادت علی الناس' میں نگرانی کا تصور بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امت وسط کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ دیکھتی رہے کہ دنیا کہیں صحیح راہ سے ہٹ تو نہیں گئی ہے اور اس نے غلط طریقۂ حیات تو نہیں اختیار کر رکھا ہے۔ جس رخ سے بھی بگاڑ پایا جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا برملا اظہار و اعلان کرے۔ اس معاملہ میں اسی کی شہادت معتبر سمجھی جائے گی۔ اس لئے کہ وہ جو بات کہے گی عدل و انصاف کے مطابق کہے گی، کسی کے غلط مفادات کے تابع نہ ہوگی۔

شہادت کی بنیاد پر انسان کے حقوق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں جو فکری اور نظریاتی جنگ چل رہی ہے اس کا فیصلہ بھی اسی وقت ہوگا جب کہ حق کی شہادت دی جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام ہی دین حق ہے۔ اس کے خلاف جو نظریات ہیں ان کی اساس باطل پر ہے۔ اس پہلو سے شہادت کی اصطلاح میں بڑی معنویت ہے۔

'امت وسط' کی ذمہ داری جن الفاظ میں بیان ہوئی ہے، اس سے بعض باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

۱۔ اس امت کا نظریاتی طور پر شہادت کے مقام پر فائز ہونا یا عدل و قسط کا حامل ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ عملاً اسے شہادت کا فرض انجام دینا ہوگا۔

۲۔ اس امت کو علمی اور فکری پہلو سے بھی اس مقام پر ہونا چاہیے کہ وہ ثابت کر سکے کہ اسلام ہی حق ہے اور اس کی مخالفت کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے جو دلائل فراہم کئے ہیں ان سے واقفیت اور ان کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔

۳۔ امت کو سیرت و اخلاق کے لحاظ سے صادق، راست باز، حق گو اور عادل و منصف ہونا چاہیے، ورنہ اس کی شہادت کا اعتبار نہ ہوگا۔

۴۔ یہ شہادت کسی خاص طبقہ، جماعت یا ملک و قوم ہی کے درمیان نہیں، بلکہ ساری نوع انسانی کے سامنے دینی ہے اور حق واضح کرنا ہے۔

۵۔ شہادت علی الناس کا فرض کسی خاص دور سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اسے ہر دور میں تا قیامت انجام دینا ہے۔

امت وسط کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے 'لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيداً عَلَيْكُمْ' (تا کہ رسول تم پر شاہد ہو) مطلب یہ کہ اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے رسول ﷺ شہادت کا فرض تم پر انجام دیں گے، تمہیں راہ حق دکھائیں گے، تمہارے اخلاق وسیرت کی نگرانی کریں گے، تمہیں عدل وانصاف کی خوبیوں سے آراستہ کریں گے اور تمہیں اس قابل بنائیں گے کہ دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے سکو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرض انجام دیا اور 'امت وسط' وجود میں آئی۔ اس کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ وہ ساری دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے۔

آیت میں پہلے امت کی شہادت کا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا ذکر ہے۔ اس میں ایک طرف تو امت کو اس کے عالمی منصب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور دوسری طرف اس احسان کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے لئے خدا کی طرف سے شاہد بن کر آئے ہیں۔

سورۂ حج میں بھی یہ آیت آئی ہے۔ اس میں پہلے رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا اور اس کے بعد امت کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے:

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ	تا کہ رسول تم پر شہادت دینے والا ہو اور تم
وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ.	لوگوں پر شہادت دینے والے ہو جاؤ۔

(الحج:۷۸)

ان الفاظ میں شہادت کا عمل جس ترتیب سے انجام پایا اس کا اظہار ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے دین حق کی شہادت دی۔ اس کے بعد امت کو حکم ہوا کہ وہ تمام انسانوں کو اللہ کا پیغام پہنچائے اور اس بات کی شہادت دے کہ اسلام ہی دینِ حق ہے۔

ان آیات میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ شہادت حق کا فرض جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس امت کے درمیان انجام دیا تھا اسی طرح امت کو دنیا والوں کے درمیان انجام دینا ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ ہی کا اسوہ اور طریقۂ کار اختیار کیا جائے۔ اس کام میں وہی اخلاص، دردمندی، دل سوزی اور سوز وتڑپ ہونی چاہیے جو آپ کے اندر تھی۔

شہادت کا آغاز آدمی کی ذات سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کے اظہار کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے زبان سے شہادت دیتا ہے اور اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لیے ایمانِ صادق اور یقینِ کامل شرط ہے۔ نفاق کے ساتھ ایمان کا اعتبار نہ ہوگا۔ منافقین کے بارے میں کہا گیا:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ○ (المنافقون:۱)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ منافقین بلاشبہ جھوٹے ہیں۔

منافقین کی شہادت اس لیے معتبر نہیں ہے کہ وہ زبان سے جو کچھ کہتے ہیں ان کے دل و دماغ اسے برحق نہیں تصور کرتے۔ اللہ کے ہاں اسی شہادت کا اعتبار ہے جس میں آدمی اس کے دین کو جان کر اور سمجھ کر ایمان لائے اور اس کے حق ہونے کی شہادت دے۔ نزولِ قرآن کے وقت نصاریٰ کے ایک طبقہ نے اسی طرح کی شہادت دی۔ یہ صحیح معنٰی میں شہادت تھی۔ قرآن نے اس کی تعریف وتوصیف کی۔ فرمایا:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ○ (المائدہ:۸۳)

جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل کی گئی ہے تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسو سے ابل پڑتی ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حق کو پہنچان لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہم اس پر ایمان لے آئے، ہمارا نام ان لوگوں میں لکھ دے جو اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

یہ ایمانِ صادق کا حال ہے۔ اس کو حق جاننے اور اسے اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اسے چھپانا یا اس کی شہادت نہ دینا کتمانِ حق ہے۔ یہ اپنی ذات کو اور دنیا کو حق سے محروم رکھنے کی کوشش ہے۔ یہ انسانیت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ اہل کتاب اس ظلم کا ارتکاب کر رہے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ یہودیت اور نصرانیت ہی کو اصل دین ثابت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا جائے، اس کے لیے وہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے پورے خانوادے کا نام استعمال کرتے تھے اور انھیں اسی کا حامل قرار دیتے تھے۔ حالانکہ یہودیت ونصرانیت کا وجود ہی بہت بعد میں ہوا۔ ان کی کتابیں صاف بتا رہی تھیں کہ دین حنیف کیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کی تعلیم کیا تھی؟ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ تعلیمات عام ہوں، وہ اپنی تاویلات کے ذریعہ انھیں چھپا رہے تھے، اسی کو ظلم کہا گیا۔ فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۴۰)

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس شہادت کو چھپاوے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہوئی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔

اہل کتاب کا یہ کتمان حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ دنیا آپ کی رسالت کو نہ تسلیم کرے، وہ اس حقیقت کو فراموش کر چکے تھے کہ اللہ ان کے مکر وفریب سے باخبر ہے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

'شہادت علی الناس' کا فرض بعض لازمی اوصاف اور خصوصیات کا تقاضا کرتا ہے۔ ان کی تکمیل کی بغیر صحیح معنٰی میں اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ یہاں دو چار خصوصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے:

۱- 'شہادت علی الناس' کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے دین، اس کی اساسات، ان پر مبنی تعلیمات کا اچھی طرح علم ہو، ان کے دلائل اور حکمتوں سے گہری واقفیت ہو، آدمی اچھی طرح جانے کہ کس معاملہ میں اسلام کی تعلیم کیا ہے اور اس کی معنویت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اس کا ذہن بالکل صاف ہو اور وہ کسی تذبذب میں مبتلا نہ ہوتا کہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے اسے پیش کر سکے۔

۲- 'شہادت علی الناس' کا تقاضا ہے کہ جس دور میں یہ کام انجام پائے اس دور کے افکار و خیالات اور رجحانات سے واقفیت ہو، آدمی اس کی خوبیوں اور خامیوں کو اچھی طرح جانے اور ان کے مقابلہ میں اسلام کی برتری ثابت کر سکے۔ دنیا کی عدالتوں میں بھی کسی معاملہ میں شہادت اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب کہ آدمی اس کی تفصیلات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کے پس منظر سے اچھی طرح واقف ہو، ورنہ جرح میں بڑے سے بڑا گواہ بھی ناکام ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اس نے معاملہ کو اس طرح دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس طرح کی کوشش ہونی چاہیے۔

۳- 'شہادت علی الناس' اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ دین کو اس کی اصل شکل میں پیش کیا جائے۔ حالات کے جبر اور دباؤ یا ذاتی و قومی مفادات کے تحت اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت تھی اور یہی ہدایت ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہادت علی الناس کا فرض انجام دے رہا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:٦٧)

اے رسول! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے (اسے لوگوں تک پورا پورا) پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو حقِ رسالت نہیں ادا کیا۔ اللہ تمھیں لوگوں کے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔

۴- 'شہادت علی الناس' کے لیے ضروری ہے کہ دین کی بے خوف و خطر شہادت دی جائے۔ علی الاعلان حق کو حق اور باطل کو باطل کہنا بڑا جرأت آزما کام ہے۔ اس میں خطرات ہیں، آزمائش اور امتحان کا بھی امکان ہے۔ اس کے لیے دینِ حق سے بے پناہ محبت اور برملا اس کے اظہار کی جرأت چاہیے۔ اللہ کے رسولوں کی ایک خوبی یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ وہ ہر خوف اور اندیشہ سے بالاتر ہو کر اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَکَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا o (الاحزاب: ۳۹)

وہ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کے لیے بس اللہ کافی ہے۔

دنیا کا کوئی بڑا کام خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔ 'شہادت علی الناس' جیسا اعلیٰ و ارفع مقصد خطرات سے پاک کیسے ہو سکتا ہے۔ اصحاب عزیمت کامیابی کے لیے ہر خطرہ مول لیتے ہیں اور اصحابِ عزیمت ہی یہ فرض بھی انجام دیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کی امت کو امت وسط اور خیر امت بنایا اور اس پر 'شہادت علی الناس' کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ موجودہ حالات کے پس منظر میں اس پر بعض سوالات کیے جاتے ہیں۔ ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں امت کی یہ حیثیت عملاً ختم ہوگئی ہے۔ دنیا کی دوسری قومیں علم وفن، سائنس اور ٹکنالوجی، انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کے کاموں میں اس سے بہت آگے ہیں۔ امت کے لئے ان کے پیچھے چلنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ ان حالات میں وہ ان کی قیادت و رہنمائی کیا کرے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امت کو اس حالت سے نکلنا چاہیے۔ جو امت دنیا کی قیادت و راہ نمائی کے لئے وجود میں آئی ہے اور صدیوں راہ نمائی کرتی رہی ہے اس کا اس حال میں پہنچنا افسوس ناک ہے۔ بے عملی، غفلت اور کوتاہی کوئی عذر نہیں ہے۔ اس سے وہ ذمہ داری ساقط نہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کی ہے۔ اس کے لئے اسے کل قیامت کے روز جواب دہ ہونا پڑے گا۔

دوسری بات یہ کہ 'شہادت علی الناس' کا فرض انجام دینے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ امت دنیوی علوم وفنون اور مادی ترقی میں معاصر قوموں کی ہم پایہ یا ان سے برتر ہو۔ شہادتِ حق کا تعلق عقیدے اور فکر سے ہے۔ یہ ایک صاف ستھرا نظریۂ حیات ہے جو انسانی فطرت کو اپیل کرتا اور اس کو اندر سے بدلتا ہے۔ یہ سیرت و کردار ہی کو نہیں علوم وفنون اور مادی ترقی کو بھی صحیح رخ عطا کرتا ہے۔ اسے ایک بے سروسامان فرد بھی پیش کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول مادی لحاظ سے اونچی حیثیت کے مالک نہیں ہوتے تھے۔ جن قوموں سے انہوں نے خطاب کیا وہ اپنے وقت کی ترقی یافتہ قومیں تھیں، لیکن اللہ کے رسولوں کو سیرت و کردار کی بلندی حاصل تھی۔ انہوں نے دلائل کے ذریعہ اپنی قوموں کی گم راہی واضح کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مادی طاقت یا سیاسی اقتدار کا نہیں، بلکہ دلیل و برہان کا ہے۔ امت موجودہ حالات میں اسی کی مکلّف ہے۔

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ امت مادی لحاظ ہی سے پیچھے نہیں ہے، بلکہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اندر دینی اور اخلاقی زوال بھی پایا جاتا ہے۔ وہ دنیا کے سامنے سیرت و کردار کا کوئی بہتر نمونہ نہیں پیش کر رہی ہے۔ پھر دنیا اسے امت وسط کی حیثیت سے کیسے دیکھے گی اور وہ اس حیثیت میں کیسے اس کے سامنے آسکے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں 'امت وسط' کو صحیح معنی میں اسلام کا نمونہ ہونا چاہیے، لیکن عملاً ایسا نہیں ہے۔ 'شہادت علی الناس' کا فرض امت کے افراد اور جماعتوں کے ذریعہ بھی انجام پا سکتا ہے۔ یہود بہ حیثیت قوم مادیت میں سراسر گرفتار تھے۔ انہوں نے توریت اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کی عداوت میں غلط سے غلط قدم اٹھانے میں انہیں کبھی کوئی تامل نہیں رہا۔ لیکن اسی قوم میں ایک 'امت' ایسی تھی جو اپنی زندگی سے خدا ترسی کا ثبوت پیش کر رہی تھی اور 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' کا فرض انجام دے رہی تھی:

لَيْسُوْا سَوَاءً مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ○ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (آل عمران:۱۱۳-۱۱۴)

وہ سب برابر نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں ایک جماعت سیدھی راہ پر قائم ہے۔ اس کے لوگ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں، بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے ہیں۔ یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ○ (الاعراف:۱۵۹)

موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کی راہ دکھاتی ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت میں بھی ہر دور میں ایک جماعت ایسی ضرور موجود ہوگی جو اسلام پر کاربند ہوگی، اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرے گی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلائل سے اس کی حقانیت ثابت کرے گی اور احقاق حق اور ابطال باطل کا فرض انجام دیتی رہے گی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لایزال ناس من امتی ظاهرین حتی یأتیهم امر الله وهم ظاهرون۔[۱]

میری امت میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوں گے جو غالب ہوں گے۔ (یہ سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قرب قیامت) آجائے۔ اس وقت تک وہ اسی طرح غالب رہیں گے۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے:

لایزال من امتی امة قائمة بامر الله لایضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی یأتیهم امر الله وهم علیٰ ذلک .[۲]

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے والی رہے گی جو ان کو چھوڑ دے یا ان کی مخالفت کرے وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قرب قیامت) آجائے گا۔ اس وقت تک وہ اسی حال میں ہوں گے۔

اس مفہوم کی اور حدیثیں بعض دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہیں [۳]

رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کی امت کی تاریخ کے ہر دور میں تصدیق ہوتی رہی ہے۔ اس امت میں ہمیشہ ایسے افراد بھی رہے ہیں اور جماعتیں بھی پائی گئی ہیں جو دین حق پر ثابت قدم رہیں، اس کی صحیح تعبیر و تشریح پیش کی اور دنیا کے لئے اس کی ضرورت اور اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی لحاظ سے چاہے انہیں اقتدار نہ حاصل رہا ہو، لیکن ان کی دینی اور اخلاقی برتری کا ثبوت ملتا رہا ہے۔ آج بھی امت اس سے خالی نہیں ہے۔ اس کا ایک طبقہ شہادت علی الناس کا فرض انجام دے رہا ہے۔ اللہ اس کی کوششوں کو کامیابی سے ہم کنار کرے۔

---

۱ بخاری، کتاب المناقب مسلم ، کتاب الامارة ، باب قوله لاتزال طائفة من امتی الخ، مسلم کتاب الامارة ، باب لا تزال طائفة من أمتی الخ.

۲ حوالہ سابق

۳ مسلم، حوالہ سابق

© rasailojaraid.com